مسلمانوں کی فرقہ بندیوں کا افسانہ

از
حضرت مولانا سید مناظر احسن صاحب گیلانی

(سلسلہ کے لئے برہان بابت اکتوبر ۵۲ء دیکھئے)

بہرحال سیاسی مقاصد و اغراض کی راہوں میں مذہب اور دین کے نام سے ناجائز نفع اٹھانے والوں کی طرف سے نت نئی بازی گریاں اسلام کی ابتدائی صدیوں میں جو کھیلی گئیں، یا باہر سے مختلف رجحانات کے جراثیم مسلمانوں میں وقتاً فوقتاً جو منتقل ہوتے رہے اس سلسلہ میں اختلافات کی جو صورتیں پیدا ہوئیں، رنگ رنگ کے بوقلموں شگوفے جو کھلے، ان کے تاریخی نمونے تو گذر چکے، عرض کر چکا ہوں کہ ہونے کو تو یہ سب کچھ ہوا، اور ان ہی کی بدولت "ملل و نحل" کے موضوع پر جو کتابیں لکھی گئی ہیں۔ ان میں اسلامی فرقوں کی فہرست کافی طویل و عریض نظر آتی ہے ستر بہتر ہی کیا، گننے کے لئے کوئی بیٹھے تو شاید ان کی تعداد سینکڑوں سے بھی تجاوز ہو جائے، اسی لئے بہتر تہتر فرقہ والی زبان زد عام روایت کا مطلب بعضوں کے نزدیک یہ ہے کہ کوئی خاص عدد مراد نہیں ہے، بلکہ عربی زبان کے محاورے کی بنیاد پر یہ سمجھنا چاہئے کہ فرقوں کی زیادتی و کثرت کی طرف اشارہ کیا گیا تھا، اس میں شک نہیں کہ پوری ہونے کی حد تک یہ پیشگوئی پوری ہوئی، اور کتابوں میں جن فرقوں کا، اور ان کی اعتقادی و عملی خصوصیتوں کا جو ذکر کیا گیا ہے، یہ فرضی واقعات نہیں ہیں۔

نہ سوچنے والے اسلامی فرقوں کی اس ضخیم و کبیر فہرست کو دیکھ کر گھبرا جاتے ہیں حالانکہ کتابوں کے اوراق سے ہٹ کر چاہئے تھا کہ واقعہ کی جو صورت اب ہو گئی ہے، اس کا بھی جائزہ لیا جاتا، بتا چکا ہوں، اور جو چیز سامنے کی ہے اس کے لئے بتانے کی کیا ضرورت ہے، آخر مسلمان قوم یا امت اسلامیہ زمین کے اسی خاکی کرے کے باشندوں کا ایک گروہ ہے۔

میں پوچھتا ہوں کہ شیعوں کے سوا جو عدد ابہ مشکل ہزار میں ایک کی نسبت عام مسلمانوں کے ساتھ

رکھتے ہیں، اس لئے خود شیعوں کی عام فقہی اور دینی کتابوں میں غیر شیعی مسلمانوں کی تعبیر ہی "العامہ" کے لفظ سے کی جاتی ہے۔

بس ان شیعوں کے سوا بتایا جائے کہ اہل السنت والجماعت، یا عوام جن کو سُنی مسلمان کہتے ہیں، اب مسلمانوں میں دنیا کے اس پردے پر صحیح معنوں میں دیکھئے تو سہی کہیں کسی فرقہ کا پتہ بھی ہے؟

سچی بات تو یہ ہے، کہ اسلام کے پیغمبر علیہ الصلوٰت والتسلیمات کا کوئی دوسرا کارنامہ نہ بھی ہوتا تو یہی عجیب وغریب معجزانہ کامیابی کہ کسی خاص ملک، خاص قوم، خاص نسل، کے لوگوں میں نہیں بلکہ عام بنی نوع انسانی میں ایک ایسی عظیم الشان، طویل الذیل برادری آپ کے طفیل میں قائم ہو گئی جس میں سامی نسل والے بھی شریک ہیں، اور وہ بھی جن میں آریوں کا خون ہے، تاتاری بھی ان میں ہیں اور منگول بھی، حبشی بھی ہیں اور سوڈانی بھی، ایشیائی بھی ہیں اور افریقی بھی، بلکہ کافی تعداد یورپ کے باشندوں کی بھی ہے، اور امریکہ کی جدید دنیا بھی ان سے خالی نہیں ہے، الغرض ان میں گورے، کالے، گندمی، بادامی سب رنگ کے آدمی دینی یک رنگی کے رشتہ کو قائم کر کے ایک دوسرے کے ساتھ مل جل گئے

ؔ کروڑہا کروڑ سے جو قوم گنی جاتی ہو، اس میں چند ہزار خوارج یا جیسا کہ سننے میں آتا ہے کہ عراق کے کوہستانی علاقہ میں کچھ لوگ پائے جاتے ہیں، جو اپنے آپ کو یزیدی کہتے ہیں، سب سے بڑی امتیازی صفت ان کی یہ بیان کی جاتی ہے کہ شیطان کی عبادت اسکو اپنی ذہنی زندگی کا اہم ترین فریضہ بنائے ہوئے ہیں، شیطان کی توہین ان کے لئے ناقابل برداشت بن جاتی ہے، یا کبھی کبھی یہ صورت بھی پیش آ گئی ہے، کہ رسالات ونبوات کا جو سلسلہ ختم ہو چکا ہے، کھلے کھلے صاف صاف لفظوں میں اس کا اعلان بھی کیا جا چکا ہے، دیکھی بھی جا رہا ہے کہ ہر بلندی کی طرف چڑھنے والوں کی سپلائی کی نہیں ہے، مگر انسانیت کے عروج وارتقار کے اس آخری نقطۂ ارتفاع کی طرف چڑھنا تو چڑھنا، شاید جھانکنے کی بھی ہمت دلوں میں باقی نہیں رہی ہے، اس کا نتیجہ ہے کہ سارے مذاہب وادیان جن کے ماننے والے زمین پر پائے جاتے ہیں، وہی ہیں جن کی بنیاد ختم نبوت کے اعلان سے پہلے دنیا میں پڑ چکی تھی، اس اعلان کے بعد نبوت کے دعویٰ کی اولاً کسی میں ہمت ہی نہیں ہوتی اور کسی بدنصیب کے دل میں اس کی ہوک اٹھتی بھی ہے، تو قدرت اس کو پنپنے بھی نہیں دیتی، تاریخ کی شہادت ہے، صدیوں پر صدیاں گذرتی چلی جا رہی ہیں، اب تو دوسرے ہزار کی بھی کئی صدیاں گذر چکی ہیں بتایا جائے کہ اس راہ میں کون کامیاب ہوا مسلمانوں میں بھی کوئی شبہ نہیں، بعضوں کے دماغ میں ادعار نبوت کا بھپارا اٹھا ضرور ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت سے توڑ کر اپنی امت بنانے کے لئے سادہ دلوں کی کوئی ٹولی بھی ان کو مل گئی ہے، لیکن ختم نبوت کی قدرتی سنگین مہر سے ٹکرانے کا جو انجام ہو سکتا تھا کیا اس کے سوا کبھی دوسرا انجام بھی ان کا ہوا ہے؛ اسی لئے وقتی حوادث سے زیادہ ان کو نہ اہمیت حاصل ہوئی، اور نہ اس سے زیادہ ان کو خیال کرنا چاہیئے، بلکہ خاتم النبیین محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت مرحومہ سے ٹوٹ کر جنہوں نے بلا واسطہ کسی جدید نبوت اور جدید وحی کے ذریعہ جنہوں نے قائم کر لیا، گویا رسول اللہ کی رسالت کی تصدیق براہ راست نہیں، بلکہ اپنے اس ادعائی نبوت کے مدعی کے واسطہ سے کرتے ہیں ان کو اسلامی فرقوں میں اس لئے شمار کرنا کہ اپنے آپ کو وہ مسلمان کہتے ہیں، خود سوچنا چاہیئے کہ کہاں تک درست ہو سکتا ہے، نام ہی کا لحاظ اگر کیا جائے گا تو نام کے لحاظ شیطان کے پوجنے والے یزیدی بھی تو اپنے آپ کو شاید مسلمان ہی کہتے ہیں، لیکن کافور نام رکھ دینے سے حبشی غلام کیا واقعہ میں کافور کی طرح سفید ہو جاتا ہے، آخر ہر چیز کی ایک حد ہوتی ہے، حقائق و واقعات سے قطع نظر کر کے لفظوں اور ناموں پر اصرار، اصرار بے جا کو

عالمی اخوت اور برادری کا یہ دائرہ روز بروز وسیع سے وسیع تر ہوتا چلا جا رہا ہے۔

یہی سوچنے کی بات ہے، کہ دس بیس لاکھ کی تعداد میں نہیں بلکہ قریب قریب نصف ارب سے زیادہ تخمینہ اس انسانی برادری میں شریک ہونے والوں کا کیا جاتا ہے، جو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بدولت دنیا میں قائم ہوتی ہے کیسی عجیب بات ہے کہ بھانت بھانت کی نسلوں، زبانوں، رنگوں کے باوجود ان کی سب سے بڑی اکثریت میں "دینی عقیدہ" اور "دینی طرز زندگی" کے سوا کوئی دوسرا دینی رنگ نہیں پایا جاتا۔

صرف یہی نہیں، بلکہ دین میں ان سے جو مختلف ہیں، عرض کر چکا ہوں کہ ان ہی اہل کتاب (یہود و نصاریٰ) کے ساتھ ان کے پیغمبر (صلوات ہو ان پر سلام ہو ان پر) اس انسانی برادری کا ایک ایسا رشتہ قائم کر دیا ہے کہ اہل کتاب جن جن بزرگوں کو اپنے دینی پیشواؤں اور مذہبی راہ نماؤں میں شمار کرتے ہیں، وہ نوح ہوں، یا ابراہیم، موسیٰ ہوں، یا عیسیٰ، داؤد ہوں یا سلیمان زکریا ہوں یا یحییٰ، (علیہم السلام) سب ہی پر ایمان لانا اسی طرح ضروری سمجھتے ہیں، اور اسی کو اپنا دینی عقیدہ یقین کرتے ہیں جیسے اپنے پیغمبر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو وہ مانتے ہیں۔ اس برادری کا ہر فرد اپنے آپ کو اہل کتاب (یہود و نصاریٰ) کے ان بزرگوں کا صحیح وارث اور سب ہی کا نام لیوا بنائے ہوئے ہیں ؎

در دل حق سر لکنو نیم ما   وارث موسیٰ و ہارونیم ما   (اقبال)

ان کے خواص ہی کا نہیں بلکہ عوام کا بھی جزء ایمان بھی یہی عقیدہ ہے، ذکر کر چکا ہوں کہ بات صرف باطنی احساسات تک محدود نہیں ہے، بلکہ اہل کتاب کے ساتھ رشتہ مناکحت کی اجازت بھی سارے آسمانی ادیان کی تصدیق و توثیق کرنے والی اس انسانی برادری کو دی گئی اور اس پر عمل کر کے دکھایا گیا۔

اور یہ رشتہ تو خیر گونہ ایک دنیاوی تعلق کی شکل ہے، دین اور دین کا بھی سب سے اہم امتیازی عنصر عبادت پر جا پہنچ تک کی اجازت خود ان کے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کی عبادت گاہ بلکہ اس مسجد اقدس میں دی، جو کعبہ کے بعد مسلمانوں کے نزدیک دنیا کی مسجدوں اور عبادت گاہوں میں سب سے زیادہ احترام کی مستحق ہے، آخر کون نہیں جانتا کہ نجرانی عیسائیوں کا جو وفد دربار نبوت میں حاضر ہوا تھا صحیح روایتوں میں ہے کہ ان عیسائیوں نے مدینہ منورہ کی مسجد نبوی میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اجازت سے

صلوا صلاتھم (زاد المعاد بر زرقانی ص۱۴۳)   اپنے طریقہ سے نماز پڑھی یعنی عبادت کی

لوگ سوچتے نہیں ورنہ العالمین کی رحمت کا دامن تو اس سے بھی زیادہ فراخ اور وسیع تھا ثقیف کے بت پرست مشرکین کا وفد

طائف سے جب مدینہ پہونچا، تو دیکھئے سیرتِ طیبہ کی عام کتابوں میں یہ واقعہ آپ کو مل جائے گا کہ

لما قدموا علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ضرب علیہم قبۃ فی ناحیۃ المسجد (شرح زرقانی)	جب ثقیف والے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے، تو مسجد نبوی کے ایک گوشہ میں ان کے لئے خیمہ قائم کر دیا گیا (جس میں وہ ٹھرائے گئے)

حالانکہ خیمہ قائم کرنے کے لئے مدینہ میں بھلا جگہ کی کوئی کمی تھی، لیکن مسلمان تو مسلمان، اہل کتاب تک طائف والے نہ تھے۔ لات نامی بت کے پوجاری تھے۔ اور وہ سب کچھ تھے۔ جو جاہلیت میں عرب کے عام باشندے ہوسکتے تھے۔ لیکن باایں ہمہ خیمہ ان کا مسجد نبوی کے ایک ناحیہ اور گوشہ میں قائم کیا گیا۔ لکھا ہے

حتی اسلموا۔ ایضاً	تاآنکہ پھر یہ لوگ بھی مسلمان ہو گئے۔

حق تو یہ ہے کہ بات کچھ مقابلہ سے سمجھ میں آتی ہے، یہی اپنا وطن ہندوستان ہے، اس میں "چھات چھاہر" کی ہتھوڑیوں سے انسانیت توڑی گئی تاآنکہ ان گنت طبقات میں یہاں کی آبادی بٹ گئی، بٹ گئی؟ اور کس حد تک بٹی، کہ باوجود آدمی ہونے کے دوسرا آدمی ہی یہ سمجھتا ہے، اور اس سمجھ کے مطابق زندگی بسر کر رہا ہے، کہ اس کے چھو جانے سے وہ ناپاک ہو جائے گا کتے چھولیں، بلیاں، چھولیں۔ گھوڑے چھولیں، آدمی پھر بھی پاک ہی رہتا ہے، لیکن آدمی آدمی کو چھولے، چھونے والا اور جو چھوا گیا، دونوں ناپاک ہو گئے، چھونے سے ان کا کھانا ناپاک ہو جاتا ہے، پانی ناپاک ہو جاتا ہے، قیمتی سے قیمتی چیزیں اس احساس کے زیر اثر آئے دن برباد ہوتی رہتی ہیں، پھینک دی جاتی ہیں سمجھ لیا جاتا ہے کہ کوڑی کام کی باقی نہ رہیں۔ اس وہمی تاثر کے لئے نہ نسلوں کے اختلافات کی ضرورت ہے۔ نہ ملکوں کے اختلاف کی، نہ زبانوں کے اختلاف کی، نہ رنگوں کے اختلاف کی، حتیٰ کہ دینی اختلاف کی بھی ضرورت نہیں ایک ہی نسل، ایک ہی ملک، ایک ہی زبان کے بولنے والے، ایک ہی رنگ والے بلکہ دینی حیثیت سے جس نام سے چھونے والا پکارا جاتا ہے اسی دینی نام سے چھو جانے والا بھی موسوم ہوتا ہے الغرض چھونے والا بھی اپنا دھرم وہی بتاتا ہے جو دھرم چھو جانے والے کا ہے، باایں ہمہ چھو جانے کے قانون کے تحت اگر اس کا چھونا بھی داخل ہے تو ناپاک ہو جانے اور ناپاک کر دینے کے لئے باہمی مساس

یا چھوا چھوت ایک دوسرے کا کافی ہے۔

ہم یہ بھی دیکھتے ہیں، دیکھ رہے ہیں، آگے پیچھے دائیں بائیں بھی تماشے ہمارے سامنے گذرتے رہتے ہیں۔ اور اس کے ساتھ فقہ اسلامی کی ہر چھوٹی بڑی کتاب میں یہ پڑھکر گذرتے بھی رہتے ہیں کہ

سور الآدمی مطلقا ولو کافراً ... طاہر طہور بلا کراھۃ

(آدمی کا جھوٹا پاک ہے، خواہ کسی قسم کا آدمی ہو، کوئی ہو، کافر و غیر مسلم ہی کیوں نہ ہو، بغیر کسی ناپسندیدگی کے اس کو پاک سمجھنا چاہیئے)

اور کیا یہ پانی صرف خود پاک ہے؟ سنیئے، مدرسوں میں پڑھایا جاتا ہے، کہ

ای مطہر مغیرہ من الاحداث والاخباث (شامی ص ۲۰۰ ج ۱)

(خود بھی وہ پانی پاک ہے، اور دوسروں کو بھی پاک کرتا ہے ہر قسم کی ناپاکیوں اور گندگیوں سے۔

مطلب جس کا یہ ہوا کہ اس پانی سے وضو کر کے نماز پڑھنا، قرآن چھونا، سب کچھ درست ہے۔ ہم گذر جاتے ہیں اور کچھ اندازہ نہیں کرتے، کہ ٹوٹی ہوئی انسانیت کو اس کے آخری جوڑنے والے نے جوڑنے میں اپنی سرگرمیوں کو کہاں تک پہنچا دیا تھا جھونٹا۔ ایسے آدمی کا جھونٹا، جو مسلمان نہیں ہے، اس کو مسلمان صرف کھا پی ہی نہیں سکتے ہیں، بلکہ ایسے جھونٹے پانی سے وضو کر کے نماز پڑھ بھی لا کر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دین نے آدم کے بچوں کو کھڑا کر دیا۔ صلوٰۃ ہو ان پر، سلام ہو، ان پر، اللہ اللہ بات کہاں سے کہاں جا پہنچی۔

انسانیت کے اس سب سے بڑے بہی خواہ کا خیال آتا ہے، اور آنکھیں پرنم ہو جاتی ہیں، ان قدموں پر نہ لوٹیے تو آخر کس پر لوٹیے، جس نے خاک سے اٹھا کر آدم کی اولاد کو کاخ تک پہنچا یا،

ہر ملک ملک ماست کہ ملک خدائے ماست

کا نعرہ لگاتے ہوئے مسلمانوں نے زمین کے مختلف حصوں کو آج جو نیا وطن بنایا، اور وطن بنا لینے میں کامیاب ہوئے۔ کیا چھوت چھات کی زنجیروں میں جکڑے ہونے کے بعد بھی اس میں وہ کامیاب ہو سکتے تھے،

قومیں ابھی سوچ ہی رہی ہیں، بچھڑے ہوئے باہم ایک دوسرے سے بغل گیر ہونے کی تجویزیں ہی پاس کر رہے ہیں۔ آمادہ کیا جا رہا ہے، کہ ہر آدمی دوسرے آدمی کو آدمی ہی سمجھے، اپنا بھائی خیال کرے لیکن جو کچھ سوچا جا رہا ہے، وہ سب کچھ کیا جا چکا اور یقین مانئے کہ جو کچھ بھی آئندہ ہوگا، وہ "وحدت انسانی" اور "انسانیت کے احترام" کے اسی پیغام کی تعمیلی شکل ہوگی۔

خیر میں بہت دور نکلا چلا جا رہا ہوں، اور نہ بات کہنے کی آخر میں جو رہ گئی تھی، وہ صرف یہ تھی کہ مسلمانوں کے جس طبقہ کی تعبیر اہل السنت والجماعت یا سنی مسلمانوں سے میں کر رہا ہوں ان کے متعلق نہ جاننے والوں پر شاید میرا یہ دعویٰ گراں گذر رہا ہوگا کہ سنی مسلمانوں میں دینی اختلاف یعنی ایسا دینی اختلاف نہیں ہے، جس کی وجہ سے آپ کے دین کو سمجھا جائے کہ دوسرے کے دین سے جدا ہو گیا قرآنی تعبیر میں کہہ سکتے ہیں کہ

اَلَّذِیْنَ فَرَّقُوْا دِیْنَهُمْ وَکَانُوْا شِیَعًا (الانعام) جنہوں نے جدا جدا کر لیا اپنے دین کو، اور بن گئے وہ ٹولیاں،

کا صحیح مصداق جن کے اختلافات کو ہم نہیں ٹھہرا سکتے۔ اور قرآنی حکم[1] کے مجرم نہیں ہیں۔

وَلَا تَکُوْنُوْا کَالَّذِیْنَ تَفَرَّقُوْا وَاخْتَلَفُوْا اور نہ ہو جانا ان لوگوں کی طرح جو جدا جدا ہو گئے اور اختلاف کیا

(آل عمران)

بلاشبہ میرا یہی دعویٰ ہے، گرائیوں کا ازالہ واقعات کے علم کے بعد خود بخود ہو جائے گا۔ اس داستان پر میرا یہ مختصر مقالہ ختم ہوگا۔ انشاء اللہ۔

کہنا یہ ہے کہ باایں ہمہ وحدت و یکسانیت جو انسانی افراد میں پائی جاتی ہے، جس کی وجہ سے خواہ ہم پہچانتے ہوں یا نہ پہچانتے ہوں کسی آدمی کو دیکھ کر ہم یقین کر لیتے ہیں کہ وہ گھوڑا یا بیل نہیں بلکہ ہمارا ہم جنس انسان ہی ہے، وحدت کے ان عام پہلوؤں کے ساتھ ساتھ ہم میں ہر فرد اپنے ابنائے جنس کے دوسرے افراد کے درمیان ممتاز ہو جاتا ہے، زید زید ہے، عمرو نہیں ہے۔ ظاہر ہے کہ اس کی بنیاد خط و خال ہیئت و صورت، شکل و شمائل کے اختلافات ہی پر تو قائم ہے، ان اختلافات کی حد یہ ہے

---

[1] اس حدیث میں قابل غور یہی بات ہے کہ تفرق (جدا جدا ہو جانے کے بعد) اختلاف سے ممانعت کی گئی ہے نہ کہ نفس اختلاف سے

کہ عموماً ہم میں "دو آدمیوں کی آواز بھی ایک دوسرے سے نہیں ملتی، آواز نہیں ملتی، چال نہیں ملتی، خط نہیں ملتا، خال نہیں ملتا، اور یہ تو سب ہی جانتے ہیں کہ کروروں میں بھی تجربہ سے ثابت ہوا ہے کہ بائیں ہاتھ کے انگوٹھے کے نشانات ہر ایک کے اپنی خصوصیتوں کی وجہ سے پہچانے جاتے ہیں، حکومتیں اپنے فیصلوں میں "نشان ابہام" کے ان ہی فطری امتیازات پر اعتماد کرتی ہیں۔

اور جو حال باہر کا ہے، یہی بلکہ شائد اس سے زیادہ نازک نوعیت ہماری فطرت اور طبیعت کی اندرونی رجحانات و میلانات کی ہے، بالکل ممکن ہے کہ مذاق و مزاج میں دو آدمیوں میں اتحاد ہو، اتنا اتحاد ہو کہ ۹۹ فیصدی اشتراکی نقاط اس باب میں دونوں کے متحد ہوں، لیکن یقین کیجئے، کہ آخر میں کوئی نقطہ دونوں میں اختلاف کا بھی ہوگا۔ تجربہ یہی بتاتا ہے۔ یعنی پھل کو دیکھ کر درخت کے پہچاننے کا جو طریقہ ہے۔ اس سے بھی یہی سمجھ میں آتا ہے، اور درخت سے جو پھل کو پہچانتے ہیں، وہ بھی یہی کہتے ہیں کہ کائنات کے خالق نے گلاب کی ایک پنکھڑی بھی ایسی نہیں بنائی، جو بعینہ دوسری پنکھڑی جیسی ہو، "تجلیات میں تکرار نہیں ہے" یہی صوفیوں کا بھی مکاشفہ ہے، اور

لوح جہاں پر ہر حرف مکرر نہیں ہوں میں

ہمارے فلسفی شاعر کا فیصلہ بھی یہی ہے۔

پس یہ خیال کہ سارے انسانی افراد میں ایسی وحدت اور یگانگی پیدا ہو سکتی ہے، کہ ظاہراً و باطناً کسی قسم کا اختلاف ان میں باقی نہ رہے۔ یہ قدرت سے، قدرت کے قانون سے جنگ کا ارادہ ہوگا لیکن ان ہی غیر ارادی، قدرتی اختلافات کے اندر، ارادی اتحاد کے رشتہ کو قائم کرنا "وحدت انسانی" کے نظریہ کا امکانی نصب العین اگر ہو سکتا ہے تو صرف یہی ہو سکتا ہے۔

اب آئیے اور دیکھئے کہ نصف ارب سے زیادہ تعداد والی برادری مسلمانوں میں جو اہل السنت والجماعت کے نام سے پائی جاتی ہے، ان سنی مسلمانوں میں، اس میں شک نہیں، کہ بعض علاقوں کے مسلمان حنفی کہلاتے ہیں، اور بعض کے شافعی، ان میں کچھ مالکی کے نام سے موسوم ہیں، اور ان ہی میں بعضوں کو حنبلی بھی کہتے ہیں، بلاشبہ سنی مسلمانوں میں ان چار ناموں کے مسلمان باقی رہ گئے ہیں، اور یہ بھی

صحیح ہے، کہ صرف نام ہی کا یہ اختلاف نہیں ہے بلکہ ان چاروں طبقات کے دینی کاموں میں بھی اختلافات پائے جاتے ہیں، اور کافی اختلافات، لیکن سوال یہ ہے کہ ان اختلافات کی بنیاد پر سنی مسلمانوں کے ایک گروہ نے اپنے دین کو کیا دوسرے گروہ کے دین سے کبھی کسی زمانہ میں ایک لمحہ کے لئے بھی جدا کیا یا جدا سمجھا ہے؟

خود ان بزرگوں کے باہمی تعلقات، اور ان کے احترامی حسن سلوک سے جو نا واقف ہیں جو نہیں جانتے کہ امام شافعی امام مالک کے تلمیذ رشید تھے۔ یا احمد بن حنبل امام شافعی کی رکاب تھام کر بغداد کے بازاروں میں گھومتے تھے۔ امام شافعی نے ابوحنیفہ کے شاگرد امام محمد بن حسن الشیبانی سے کتنا سیکھا اور کیا کیا سیکھا، امام ابوحنیفہ کے مرقد انور پر پہونچ کر امام شافعی نے کیا کیا تھا ان ناواقفوں کو کم از کم اس کا تو اندازہ کرنا چاہئے، کہ حنفی مسلمان جب امام شافعی کا ذکر کرتا ہے، تو امام ہی کے لفظ سے ان کا ذکر کرتا ہے، امام مالک کا نام امام کے لفظ بغیر لے نہیں سکتا، امام احمد حنبل کی داستان صبر و ابتلاء کو سن کر حنفی مسلمان بھی اس قدر آب دیدہ ہو جاتا ہے۔ جتنا متاثر خود کوئی حنبلی مسلمان ہو سکتا ہے، اور یہی کیا کون نہیں جانتا کہ تمام حنفی مسلمانوں کے نزدیک خدا رسیدہ بزرگوں میں احترام کا جو مقام ایک حنبلی بزرگ کو حاصل ہے، یعنی غوث اعظم، قطب الاقطاب حضرت شیخ عبد القادر گیلانی رحمۃ اللہ علیہ وہ حنبلی تھے، یا حجۃ الاسلام غزالی، فخر الاسلام رازی باوجود شافعی المذہب ہونے کے حنفیوں کے بھی، مالکیوں کے بھی، حجۃ الاسلام اور فخر الاسلام ہیں۔ جلال الدین رومی حنفی ہونے کے باوجود سارے اسلامی طبقات میں مقبول ہیں، مجدد الف ثانی کو ہندوستان میں تو صرف حنفی مسلمان دین کا مجدد تسلیم کرتے ہیں، لیکن ہندوستان سے باہر نکل کر عراق میں، شام میں عرب میں لاکھوں، لاکھ کی تعداد میں شوافع مالکیہ حنابلہ حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ کے ماننے والے آپ کو مل جائیں گے۔

سچ پوچھئے تو دینی اختلافات کا یہی رنگ مسلمانوں میں ایسا ہے، جسے نہ سیاسی عوامل و مؤثرات کا نتیجہ قرار دیا جا سکتا ہے، اور نہ باہر سے درآمد شدہ جراثیم سے اس کا تعلق ہے بلکہ صحیح معنوں میں اندرونی اسباب ہی پر اس کی بنیاد قائم ہے،

کچھ روایات اور زیادہ تر اسلامی کلیّات کے تفصیلی نتائج، اور استنباطی مسائل کے اختلافات سے یہ صورت حال پیدا ہوئی ہے۔

الکتاب یعنی قرآنی مطالبات الصلوٰۃ الزکوٰۃ الصوم والحج وغیرہ وغیرہ کی تعمیلی شکلوں کو کرکے خود پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے جو دکھایا تھا، ان کی روایت کرنے والے بزرگوں کے علم وفہم کے اختلاف سے روایتوں میں تھوڑا بہت اختلاف پیدا ہوا ابتداء اسلام میں ان روایتوں کو جن لوگوں نے منقح کرنا چاہا، اور اس کے ساتھ اسلامی کلیّات سے جو نتائج حسبِ ضرورت نکلتے رہے، ان میں نتیجہ نکالنے والوں کے علم وفہم کے اختلافات سے بھی اختلاف کی ناگزیر صورتیں جو پیش آئیں۔ کلیۃً اندر کی ان ہی دو باتوں پر بہرحال اس اختلاف کی بنیاد قائم ہے۔

یوں تو اس راہ میں کام کرنے والوں کی کافی تعداد اسلام کی ابتدائی صدیوں میں پائی جاتی تھی لیکن گھٹ گھٹا کر مت مٹا کر چار بزرگوں کے خدمات کو مختلف اسباب ووجوہ سے غیر معمولی حسن قبول حاصل ہوا کتابوں میں ان کے تنقیح شدہ نتائج مدون ہوئے، امت میں ان ہی کتابوں کی اشاعت ہوئی؛ اور ان ہی کے اسماء گرامی کی طرف چاروں طریقوں میں سے ایک ایک طریقہ منسوب ہے۔ امام ابوحنیفہ کے مکتب خیال کے ماننے والے حنفی، محمد بن ادریس شافعی کے ماننے والے شافعی، امام مالک بن انس کے ماننے والے مالکی، احمد بن حنبل کے ماننے والے حنبلی کے نام سے موسوم ہوئے۔

یہ ہے خلاصہ سنی مسلمانوں کے اندرونی اختلافات کے قصوں کا۔

اور یہ تو خیر عامیانہ اشارے ہیں، واقعات سے جو ناواقف ہیں، ان کو صرف چونکانا مقصود ہے، اپنے معلومات کا وہ خود جائزہ لیں، اور سمجھیں کہ ان بزرگوں کے ماننے والے مسلمانوں کے اختلافات کی واقعی نوعیت کیا ہے۔

لو یہ ہے، کہ "تعلیم وتعلم" اور وہ بھی دین کی تعلیم وتعلم، بلکہ اس سے بھی آگے بڑھ کر "دینی تربیت" کے سلسلہ میں پیری ومریدی کے تعلقات میں بھی مسلمانوں نے کبھی یہ نہیں دیکھا کہ جس سے ہم دینی علوم کی تعلیم حاصل کررہے ہیں۔ یا دینی تربیت کے لئے مریدی کا رشتہ قائم کررہے ہیں۔ وہ حنفی ہے یا شافعی،

مالکی ہے یا حنبلی، بس جس کے پاس دین کا علم پایا گیا۔ اور جس کی صحبت میں دیکھا گیا کہ لوگ دین دار بن جاتے ہیں، ان سے علم بھی مسلمان ہمیشہ حاصل کرتے رہے، اور دینی تربیت بھی ان سے پاتے رہے، اول سے آخر تک مسلمانوں کی یہی تاریخ رہی ہے۔

یہی کیا، جاننے والے جانتے ہیں کہ اندرونی اختلافات کے ان قصوں میں بسا اوقات یہ صورت بھی پیش آتی ہے کہ کسی امام کے نقطۂ نظر سے وضو ٹوٹ جاتا ہے۔ لیکن دوسرے امام کے نزدیک نہیں ٹوٹتا مثلاً بدن سے خون اگر نکلے، نکسیر پھوٹی پچھنا لگایا گیا۔ بایں ہمہ اول سے آخر تک ہر طبقہ کے مسلمان دوسرے طبقہ کے امام کے پیچھے نمازیں پڑھتے چلے آئے ہیں۔ ابن تیمیہ نے اپنے فتاوی میں نقل کیا ہے کہ امام احمد بن حنبل جو قائل تھے کہ خون نکلنے سے وضو، ٹوٹ جاتا ہے، بغیر تازہ وضو، کے نمازی کی نماز درست نہ ہوگی، باوجود اس کے ان سے کسی نے پوچھا کہ ایسا آدمی جس کے بدن سے خون نکلا اور وضو، کئے بغیر نماز پڑھا رہا ہو تو ہم اس کے پیچھے کیا نماز پڑھ سکتے ہیں۔ غضب ناک ہو کر پوچھنے والے سے امام احمد نے فرمایا کہ۔

کیف لا اصلی خلف سعید بن المسیب یعنی سعید بن المسیب کے پیچھے نماز کیسے نہ پڑھوں گا

مطلب آپ کا یہ تھا کہ خون نکلنے سے وضو نہیں ٹوٹتا، یہی فتوٰی سعید بن المسیب کا تھا۔ ساری امت میں صحابہؓ کے بعد ان ہی کو بعضوں نے افضل التابعین قرار دیا ہے۔ پھر کیا ان کے پیچھے نماز درست نہ ہوگی حاصل یہ ہے کہ گو خود امام کی تحقیق یہی تھی کہ خون نکلنے سے وضو، ساقط ہو جاتا ہے، لیکن بایں ہمہ جو کہتے تھے کہ نہیں ٹوٹتا، ان کو بھی برسر غلطی نہیں سمجھتے تھے۔ بلکہ خیال یہی تھا کہ تحقیق سے وہ اس نتیجہ تک پہنچے ہوں گے۔ لیکن دین تو ہم سب کا ایک ہی ہے، اور یہی دستور مسلمانوں میں شروع سے چلا آرہا تھا۔ شیخ الاسلام ابن تیمیہ نے اسی موقعہ پر یہ بھی لکھا ہے کہ

سارے صحابہ اور تابعین (صحابہ کے شاگرد تربیت یافتہ حضرات) اور ان کے بعد بھی بزرگوں میں دیکھا جاتا ہے کہ کوئی بسم اللہ کو نماز میں پڑھتا ہے کوئی نہیں پڑھتا۔ کوئی فجر میں قنوت کی دعا پڑھتا ہے کوئی نہیں پڑھتا کوئی پچھنا لگانے اور نکسیر پھوٹنے سے وضو، کے ٹوٹ جانے کا قائل ہو کوئی نہیں"

اس قسم کے بیسیوں اختلافی مسائل کا ذکر کر کے لکھا ہے۔

مع ھذا کان یصلی بعضھم خلف بعض۔ [۳۸۱/۲۷] باوجود اس کے ان میں ہر ایک دوسرے کے پیچھے نماز پڑھا کرتا تھا۔

ان تاریخی شواہد کی تفصیل کے لئے چاہئے کہ میرا مقالہ "تدوین فقہ" کا مطالعہ کیا جائے۔ جس سے آپ کو معلوم ہوگا کہ خود امام مالک نے ایک سے زیادہ دفعہ عباسی حکومت کے خلفاء کو اس ارادہ سے روکا کہ ان ہی کے فقہی نتائج کا سارے مسلمانوں کو بزور حکومت پابند بنایا جائے۔ بلکہ اس کے مقابلہ میں آپ نے مطالبہ کیا کہ جس علاقہ کے مسلمانوں میں جن لوگوں کے فقہی نتائج پھیل چکے ہیں ان کو خواہ مخواہ ان سے ہٹایا نہ جائے کیونکہ وہ بھی دین ہی کی ایک شکل ہے، بلاوجہ لوگوں میں وحشت و نفرت کے جذبات کیوں ابھارے جائیں خلیفہ[۱] راشد عمر بن عبدالعزیز نے بھی گشتی فرمان جاری کیا تھا کہ جس علاقہ میں لوگ جن ائمہ کے اقوال پر عمل کر رہے ہیں ان کو اس حال پر چھوڑ دیا جائے۔ ان ہی عمر بن عبدالعزیز کے ایک فرمان کا ترجمہ یہ ہے۔

ان اختلافات کی وجہ سے دین میں بڑی وسعت پیدا ہوگئی، میں دین کی راہ میں اس کو تمام قیمتی چیزوں میں بڑی غیر معمولی چیز سمجھتا ہوں، وہ بڑی ناپسندیدہ حالت ہوتی کہ اس قسم کے مسائل میں لوگ کسی ایک ہی پہلو پر سمٹ جاتے "

مشہور محدث و فقیہ سفیان ثوری تو ان لوگوں کو ٹوک دیا کرتے تھے۔ جو ائمہ اجتہاد کے ان فقہی اختلافات کو اختلافات کے نام سے موسوم کرتے اور ہدایت کیا کرتے کہ

بھائی! یوں کہا کرو، کہ علماء نے مسلمانوں کے لئے یہ گنجائش اور فراخی دین میں پیدا کی (میزان الکبریٰ شعرانی ص۱۰)

اور یہ خیال کچھ اگلے بزرگوں ہی کا نہ تھا۔ بارھویں صدی ہجری میں فتاویٰ کی آخری کتاب حنفی فقہ کی جیسا کہ جاننے والے جانتے ہیں، شامی ہے اس کتاب کے شروع میں بھی فقہی اختلافات کے متعلق یہی نقطۂ نظر اختیار کیا گیا ہے، کہ مشکلات میں مسلمانوں کے لئے ان ہی اختلافات کی بنیاد پر آسانی کی صورتیں

---

[۱] مسند دارمی میں عمر بن عبدالعزیز کے فرمان کا یہ فقرہ مل جائے گا۔ کہ لیقضی کل قوم بما اجتمع علیہ فقہاؤھم جن لوگوں نے پچھلے دنوں ہندوستان میں اس مشورے کی خلاف ورزی کرکے چھوٹی چھوٹی باتوں میں فتنے برپا کئے۔ ان کو چاہئے دارمی مطبوعہ ہند کے ص۸۴ میں اس قول کو پڑھیں۔

پیدا ہوتی ہیں۔ استدلال میں فتاوی تتارخانیہ سے جو ہندوستان میں تاتارخان تغلقیوں کے وزیر کے حکم سے مدون کیا گیا تھا۔

اس کی یہ عبارت نقل کی ہے کہ

ان اختلاف ائمۃ الھدی	ائمہ ہدی (یعنی اہل السنت کے ائمہ مجتہدین) کے
توسعۃ للناس ص۶۳	اختلافات سے درحقیقت لوگوں کے لئے گنجائش پیدا ہوتی ہے

حالانکہ پچھلے زمانہ کے فقہاء سخت گیری اور تشدد میں عموماً بدنام ہیں۔ لیکن شامی تک میں جب فخر الائمہ صاحب معراج الدرایہ کے اس قول کو نقل کر کے سراہا ہے، کہ

فقہاء کے مختلف اقوال میں سے کسی قول پر مسلمانوں کی آسانی کے لئے ضرورۃً فتوی دیا جائے، تو یہ اچھی بات ہوگی" ص۶۹ شامی ج ۱

مطلب یہی ہے، کہ بظاہر وہ قول ضعیف اور مرجوح ہی کیوں نہ ہو، لیکن دشواری میں کوئی مسلمان اگر مبتلا ہو گیا ہو، تو ایسے مواقع پر ضعیف اور مرجوح اقوال کی پشت پناہی میں اس مصیبت زدہ کی امداد علماء کے لئے باعث ثواب ہوگا۔

بہرحال تفصیلات کے لئے مطولات اور بڑی کتابوں کا مطالعہ کرنا چاہیئے، خصوصاً علامہ عبدالوہاب شعرانی کی کتاب میزان الکبریٰ کا مطالعہ ان لوگوں کے لئے مفید ہوگا، جو ان ہی فقہی اختلافات کا تذکرہ کر کے دین سے دلوں میں بیزاری پیدا کرنا چاہتے ہیں۔ میرا مقالہ جو عثمانیہ یونیورسٹی کے ریسرچ جرنل یعنی "مجلہ تحقیقات علمیہ" میں شائع ہو چکا ہے، مل جائے تو اس کو بھی پڑھئے، آپ کو پتہ چلے گا، کہ اس قسم کے اختلافات میں مسلمانوں کے ارباب تحقیق کا فیصلہ یہ ہے، کہ ان میں جو بھی اپنے اجتہاد اور کوشش سے جس نتیجہ تک پہنچا، ہر نتیجہ درست اور صحیح ہے، شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ نے عقد الجید میں لکھا ہے کہ

امام ابوالحسن اشعری، قاضی ابوبکر باقلانی، اور ان سے پہلے قاضی ابو یوسف اور محمد بن حسن ابن سریج اس خیال کو ظاہر کر چکے ہیں، یعنی ہر پہلوان اختلافی مسائل کا صحیح اور درست ہے"

شاہ صاحب نے آخر میں لکھا ہے کہ . . . . . باقی آئندہ